محمد اشرف شاہ بن خضر محمد شاہ

مظلوم و آوارہ وطن

فلسطینی عوام کے حقوق

دنیا میں حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے روز روز کانفرنسیں ہوتی ہیں ہیومن رائٹس کے لیے ہزاروں بین الاقوامی اور ملکی سطح کے ادارے اور تنظیمیں کام کر رہے ہیں۔ پانچ ملین سے زیادہ فلسطینی رفیوجیوں کی حالت زار پر کوئی توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ فلسطین جو عربوں کا جائز موروثی اور تسلیم شدہ وطن تھا وہاں یہودی ریاست کا قیام حقوق انسانی کے ساتھ بیسویں صدی کا سب سے بڑا مذاق ہے اور اس جرم میں فرانس، برطانیہ، یواین او اور امریکہ نے سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ ترکی خلافت ہر طرف سے خطروں سے دوچار تھی مگر اس کے باوجود غیور سلطان عبدالحمید نے یہودیوں کی فلسطین کے بدلے سلطنت کے قرضے چکانے کے فراخ دلانہ سودے کو سختی سے مسترد کر دیا تھا۔ اُس کے بعد ہی انہیں صہیونی قوتوں نے خلیفہ عبدالحمیدؒ ثانی اور خلافت کو اپنے راستہ کا سب سے بڑا روڑا سمجھ کر اس کا شیرازہ بکھیرنے کی کوششیں تیز تر کر دیں، اور اس کے لیے انھیں دونمہ یہودیوں اور نوجوانوں ترکوں (Young turks) سے زبردست مدد ملی جو خود فری مشنیری کے ایجنٹ تھے، رہی سہی کسر شریف حسین اور ان کے جیسے ضمیر فروش عرب قومیت کے پجاریوں اور اسلام کے غداروں نے پوری کر دی جس کے ہاتھ میں اکثر عرب علاقوں کی باگ ڈور آگئی تھی۔ عربوں میں امیر شکیب ارسلان مفتی امین الحسینی جیسے بالبصیرت اور دیدہ ور افراد موجود تھے جنہوں نے اپنی بصیرت سے حالات کی تیز تر تبدیلیوں کو محسوس کر لیا تھا۔ مفتی صاحب کی قیادت میں محب وطن اور اسلام پسند عناصر نے یہودیوں کی فلسطین کی طرف بے پناہ ہجرت کو روکنے اور عربوں کے حقوق کے تحفظ کے سیاسی اور قومی سطح پر زبردست

تحریک چلائی اور یہ مبارک جدو جہد برطانیہ کے لاؤلشکر یہودیوں کی منظم جارحیت اور دہشت گردانہ کار روائیوں سے زیادہ عرب لیگ اور اردن، مصر، سیریا وغیرہ کے دین سے بے بہرہ قومی حمیت سے نا آشنا، بے ضمیر اقتدار کے صریحی لالچی عرب حکمرانوں اور برطانیہ اور یواین او کے فریب میں آئے رہنماؤں کی اپنی کوششوں سے ناکام ہوئی۔ [1]

جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

پھر بھی فلسطینی قوم کی لازوال قربانیوں اور ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۹ تک چلنے والے قسامی انقلاب کے دباؤ کے نتیجہ میں برطانیہ نے قرطاس ابیض (White paper) شائع کیا، جس میں اس نے آئندہ دس سالوں میں فلسطینی ریاست کے قیام کا وعدہ کیا، اور یہودیوں کے ہاتھوں فلسطینی زمین کا سودا کرنے کا بھی وعدہ کیا نیز یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ ۵ سال بعد فلسطین کی طرف یہودیوں کی ہجرت بھی بند ہو جائے گی۔ لیکن جنگ عظیم اول کے بعد یہودی آبادکار اس طرح مسلح اور منظم ہو چکے تھے کہ انھوں نے پورے فلسطین میں نہ صرف عربوں کے بلکہ خود برطانوی فوجوں کے خلاف قتل وغارت گری کا طوفان برپا کردیا۔ عربوں نے خود دہشت سے سہم کر اپنے جان و مال کے تحفظ کے لیے بڑے پیانے پر نقلِ مکانی شروع کردی، یواین او نے تقسیم فلسطین کی قرارداد منظور تو کردی لیکن نہ اس نے اور نہ برطانیہ اور نہ دوسری مغربی قوتوں نے اور نہ عرب حکومتوں نے فلسطینیوں کے حقوق کے تحفظ اور تقسیم کے نتیجہ میں جو رقبہ قانونی طور پر ان کا حصہ بنتا تھا اس کے تحفظ کے لیے کوئی اقدامات کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب برطانیہ نے مقررہ وقت سے پہلے ہی ۱۹۴۵ میں فلسطین سے اپنا بستر گول کیا ایک طرف تو منظم یہودی قوت نے جو ہر طرح تیار بیٹھی تھی برطانیہ کے بجائے امریکہ کو اپنا سرپرست بنالیا اور دوسری طرف ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو ریاست اسرائیل کے غاصبانہ قیام کا اعلان کردیا پھر ۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی بدترین ہزیمت کی وجہ سے فلسطین کی ۷۷ فیصد اراضی پر اسرائیل کا قبضہ ہو گیا، اس وقت کے اعداد و شمار کے مطابق ۹ لاکھ ۲۵ ہزار فلسطینیوں میں سے ۸ لاکھ کے بے خانما برباد اور آوارہ وطن کر دیا گیا ۵۸۵ فلسطینی گاؤں میں سے ۴۷۸ کو تاراج کردیا ۳۴ ہزار فلسطینی قتل عام میں مارے گئے فلسطین کی بقیہ زمین کے ایک حصہ کو اردن نے اپنے ساتھ ملالیا جس کا رقبہ ۵۸۷۷ کلو میٹر تھا، اقوام متحدہ نے

اسرائیل کو اپنی رکنیت رہنے کی شرط یہ رکھی کہ بے خانماں فلسطینیوں کو اپنی اراضی میں واپس آنے دیا جائے لیکن یہ وہ شرط ہے جسے اسرائیل نے آج تک پورا نہیں کیا۔ نہ اس کی کوئی پرواکی۔ اقوام متحدہ محض قراردادوں کا ڈھیر لگا کر مسلمانوں کو مطمئن کرنے یا میٹھا زہر دینے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ ؎

تو راضی رہے رحمان بھی اور خوش رہے شیطان بھی

۱۹۶۷ء کی جنگ میں عربوں کی دوبارہ شکست کے بعد القدس اور غازہ پٹی بھی اسرائیلی قبضہ و تسلط میں آگئے اور تین لاکھ ۳۰ ہزار فلسطینی مزید آوارہ وطن کر دیئے گئے۔ اسرائیل نے بڑی تیزی سے سرزمین فلسطین کا یہودی کرن کیا۔ مہاجرین کی جائدادیں، آراضی، مکانات، اوقاف کی املاک سب ضبط کر لیے، ۱۹۴۸ء میں اسرائیل نے اس تباہ شدہ زمین پر ۷۵۶ شہر اور بستیاں Settlemants تعمیر کئے ۱۹۶۷ء کے بعد مزید ۱۹۲ بستیاں تعمیر کیے، غازہ پٹی کو چاروں طرف سے سیل کر دیا وہاں بھی ۱۴ یہودی Settlemants تعمیر کیے۔ انھوں نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ آوارہ وطن لوگوں کو اپنی سر زمین کو واپسی قانوناً ممنوع قرار دیدی۔ اور بیرونی یہودیوں کے لیے مزید وہاں آنے اور آباد ہونے کے دروازے کھول دیے۔ چنانچہ ۱۹۴۹ء سے ۲۰۰۰ء تک دنیا کے مختلف ملکوں سے ۲۸ لاکھ یہودی وہاں آکر آباد ہوگئے۔ ان آبادکاروں کی مجموعی تعداد ۵۰ لاکھ سے بڑھ گئی۔ ؎

فلسطین پناہ گزیں لبنان، اردن، مصر، کویت اور عراق گئے۔ اُردن اور لبنان میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ایک بڑی تعداد آوارہ وطن لوگوں کے لیے بنائے گئے کیمپوں میں بس گئی ہاں پڑے پڑے ان کی دو نسلیں گزر چکی ہیں جو اس وقت نومولود تھے وہ جوان، جو بچے تھے وہ بوڑھے اور نوجوان اور ادھیڑیا بوڑھے تھے وہ وطن عزیز کی واپسی کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہوگئے، ان پناہ گزیں کیمپوں میں ہی موجودہ وطنی اور آزادی کی تحریکات پل کر جوان ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے یہ پناہ گزیں کیمپ بھی اسرائیلی راکٹوں اور غارت گری حملوں کا مسلسل نشانہ بنتے رہے ہیں، صرف اسرائیل میں نہیں بلکہ لبنان میں عیسائی فوجیوں نے اسرائیل کے تعاون سے صبر اور شتیلا کیمپوں میں فلسطینی آوارہ وطن لوگوں کا قتل عام کیا، اردن میں پاکستانی فوج کی مدد سے ان کے کیمپ تباہ کیے گئے۔ شام اور مصر میں بھی انھیں حکومتوں کی جانب سے بیشمار مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ صہیونی دشمنوں کے خلاف عرب ملک کی

پے در پے شکست اور مجاہدین فلسطین کی سر فروشانہ جد و جہد جن کے باعث مغربی اسلام دشمن میڈیا پوری دنیا کو یہ باور کرتی رہی ہے کہ عربوں اور یہودیوں کی یہ دشمنی بہت پرانی ہے اور اسی وجہ سے یہ لوگ آئے دن برسر پیکار رہا کرتے ہیں۔ اس زبردست پروپیگنڈہ میں یہ بات بالکل فراموش کر دی گئی کہ ۵ ملین سے زیادہ مظلوم فلسطینی گزشتہ ۶ دہائیوں سے آوارہ وطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ عالم اسلام اور عالم عرب سے ان لاکھوں اور آوارہ فلسطینیوں کو کچھ نہیں ملا، بعض ممالک نے تو خود ان کا گلا گھونٹا، اور بعض ممالک سے انھیں زکوٰۃ و صدقات و خیرات کے علاوہ کچھ نہیں مل سکا۔ بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حکومتوں کی زبانی جمع خرچ اور لفظی حمایت و سرپرستی کے علاوہ کچھ نہیں مل سکا۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۲۸ لاکھ فلسطینی کا آبادی 59.5% اپنے ملک سے باہر ہیں اور باقی 40.5% تقریباً ۲۰ لاکھ اسرائیلی حکومت کے جبر کے سایہ میں زندگی گزار رہے ہیں فلسطینی آوارہ وطن لوگوں کی پہلی نسل ختم ہو گئی، آج ان کی دوسری نسل کے لوگ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی زیادہ تر توجہ تعلیم کے حصول پر ہے اور مستقبل میں یہی نوجوان آزاد ریاست فلسطین کا خواب پورا کر سکتے ہیں۔ فلسطینی آوارہ وطن لوگ جن کیمپوں میں برسہا برس سے پڑے ہوئے ہیں، ان کی حیثیت جنگی جھونپڑیوں سے زیادہ نہیں ہے اور ان میں سے اکثر کیمپوں کو یو ان او کی ریلیف ایجنسی UNRAW علاج تعلیم اور خوراک وغیرہ کی سہولیات فراہم کرتی ہے۔ بعض عرب اور اسلامی تنظیمیں ھیئۃ الاغاثہ، الجزیہ وغیرہ ہیں، جو ریلیف کا اور انسانی امداد کا کام کرتی ہیں۔ لیکن یہ سارے کام اتنے چھوٹے پیمانے پر ہیں اور آوارہ وطن لوگوں کی تعداد ۶۰ لاکھ سے بھی زیادہ ہے اس لیے بالعموم ان کے کیمپ انتہائی خستہ حال، صحت تشویش ناک اور رہائش کی حالت افسوس ناک ہے جس سے عالمی برادری المناک غفلت برت رہی ہے۔ یہ رپورٹ ۱۹۹۳ء کی ہے ظاہر ہے کہ اب ان آوارہ وطن لوگوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہوگا۔ ؎

اوسلو کا ڈرامہ چھاپا گیا جس میں القدس اور فلسطینی آوارہ وطن لوگوں کی واپسی کے مسئلہ پر کوئی بات ہی نہیں ہوئی اور اس کے بعد جتنے بھی مذاکرات ہوئے ہیں ان میں جان بوجھ کر اسرائیل کی جانب سے بھی ان دونوں حساس مسئلوں کو چھیڑا تک نہیں گیا۔ یہودی نفسیات یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ

کو اس حد تک ٹالتے جاؤ کہ وہ دنیا کے ذہن سے محو ہو جائے وہ فلسطینی جو مقبوضہ مغربی کنارے یا غزہ پٹی میں رہتے ہیں ان کی صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں "ان کے لیے عام انسانوں کی زندگی گزارنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے اب تک ہوئے امن سمجھوتوں کے تحت جن ۱۳۰۰۰ اہم فلسطینیوں کی آمد و رفت کی اجازت دی گئی تھی اب انھیں بھی اس حق سے محروم کر دیا گیا ہے اور باقی تین لاکھ یا اس سے بھی زیادہ لوگ فلسطینی اتھارٹی اور اسرائیلی تحکم کی وجہ سے دوہرا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ انھیں مستقلاً ہر طرح کی رکاوٹوں، بندشوں اور ناکابندیوں کا اس حد تک سامنا کرنا پڑ رہا ہے کہ تقریباً سبھی کے لیے آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو گیا ہے" وہ مزید لکھتے ہیں کہ انسانی حقوق کا فلسطینی مرکز نے، جو غزہ میں قائم ہے، اسرائیلی افواج کے ذریعہ زمینوں کے قطعات اور سبزی فارموں کو دفاعی سرحد کے نزدیک روندے جانے کے سلسلہ میں ایک دستاویز تیار کی ہے جس کے مطابق یہ کام سرحد کے دونوں طرف کے علاقہ میں کیا جا رہا ہے خصوصاً غوش کاطف کے علاقوں میں غوش کاطف غزہ کا ایک وسیع علاقہ ہے بلکہ پورے غزہ پٹی کا تقریباً گیارہ فیصدی حصہ جس پر ہزاروں یہودی بستیوں کے لوگ قابض ہیں اور جنھیں پانی کی اس قدر فراہمی کی جاتی ہے جس سے وہ اپنے تالابوں کو سیراب کر سکیں، تیراکی کے تالابوں کو بھی بھر سکیں جب کہ اسی علاقہ کے دس لاکھ سے زیادہ فلسطینی باشندوں (جن میں تقریباً آٹھ لاکھ آوارہ وطن لوگ ہیں) کو سوکھے اور پانی کی قلت والی جگہ پر رہنا پڑتا ہے۔ بات یہ ہے کہ سارے مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کا پانی پر مکمل کنٹرول ہے جس کا ۸۰ فیصد وہ اپنے یہودی شہریوں کو دیتا ہے اور پوری فلسطینی آبادی کو راشن سے پانی دیا جاتا ہے اور اس معاملہ میں اسولو میں کوئی بات بھی نہیں ہوئی"۔ ۵

وہ مزید لکھتے ہیں "بطور وضاحت اس بات کا اضافہ کر لیا جائے کہ اسرائیل کے لیے پانی کے سارے ذخیرے مغربی کنارے کے حصے میں ہی ہیں اور یہ کہ پورے ملک کی جو تعریف کی گئی ہے اس میں چار ملین آوارہ وطن لوگوں کو چھوڑ دیا گیا جنھیں اب یہاں لوٹنے کی اجازت نہیں ہے گرچہ کہیں کے بھی رہنے والے یہودیوں کو اب بھی اس بات کا مکمل حق حاصل ہے کہ وہ جس وقت چاہیں واپس لوٹ سکتے ہیں۔ ۶

ان فلسطینی مہاجرین کے ساتھ معاشی، صحت، تعلیم، علاج معالجہ بے پناہ مسائل تو اپنی جگہ، ایک بڑا خاندانی انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کا ہے۔ ہر خاندان کے افراد اسی طرح مختلف جگہوں پر بکھر گئے ہیں ان کا آپس میں ملنا محال ہے۔ ایک خاندان کے بعض افراد اسرائیل میں ہیں تو دوسرے مغربی ممالک میں یا خلیج کے دوسرے ملکوں میں اور بسا اوقات ماں بیٹے، باپ بیٹی اور شوہر بیوی اور بھائی بہنوں میں جدائی واقع ہو گئی ہے اور ان کے آپس میں ملنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اور ملاقات کے اس عدم امکان کی وجہ سے واپسی کا وہ قانون ہے جو رچی منطق کے اعتبار سے دنیا بھر میں عجیب و غریب ہے لیکن ساری دنیا اس پر اندھی بہری بنی ہوئی ہے۔ یہ قانون کہتا ہے "یہودی چونکہ دو ہزار سال سے مستقل فلسطین میں رہ رہے ہیں وہ ان کی آبائی میراث ہے، اسے صرف انھیں کو وہاں رہنے کا حق ہے اس کے بالکل برخلاف جو فلسطینی ملک سے باہر چلا جائے گا اور ایک یا دو سال تک باہر قیام کرے گا تو وہ قانونی طور پر فلسطین میں رہنے کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔" واپسی کا یہ قانون (The Law of Return) پہلی مرتبہ جولائی ۱۹۵۰ء میں نافذ ہوا، اس میں دو مرتبہ ترمیم کی گئی اور ہر ترمیم فلسطینی آوارہ وطن لوگوں کے حق میں مزید سخت ہو گئی۔ اب اس کے مطابق ایک روسی یہودی اپنی ماں یا بیوی کے ساتھ (جو خود بھی نقل مکانی کر کے آئی ہو) یروشلم میں رہ سکتا ہے۔ اسی طرح بکھرنے والے فلسطینی خاندانوں کا دوبارہ یکجا ہونا تو دور کی بات ان کی ملاقات بھی ایک بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ نیویارک ٹائمز (جنوری ۱۹۸۶ء) کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیلی حکومت نے ۱۹۸۵ء میں فلسطینی خاندانوں کی ملاقات کے لیے صرف ۱۳۴۰ اجازت نامہ جاری کیے گئے ایک اور رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیلی حکومت کو ایک لاکھ چالیس ہزار درخواستیں دی گئیں جن میں سے صرف انیس ہزار کو منظوری دی گئی یعنی صرف 13% فیصد کو۔ حالانکہ بین الاقوامی قانون کے ماہرین بالکل واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اسرائیل کی اس پالیسی پر سخت تنقید کر چکے ہیں اور کئی بین الاقوامی وکلاء نے اس طرح کے مقدموں مثلاً ایک فلسطینی خاتون عامرہ کا مقدمہ اسرائیلی عدالت میں داخل کیا، لیکن اسرائیل کی عدلیہ بھی متعصب ہے اس نے مقدمہ کو خارج کر دیا خاندانوں کی یکجائی کی ایسی پالیسی میں اسرائیلی ان لوگوں کے ساتھ کافی نرمی برتتے جو ان کے مقاصد کے لیے کام کرنے پر تیار ہو جائیں جو اپنے وطن اور دین و ایمان سے غداری کر کے ان کا مفادات

کے لیے کام کریں، ڈاکٹر مظفر احمد کے الفاظ میں ایک ایسی دنیا (بالخصوص مغربی ممالک اور امریکہ) مسلسل رات ودن آزادی جمہوریت اور انسانی حقوق کا راگ الاپ رہی ہے مگر اس کا اطلاق کچھ آدمیوں پر ہو اور کچھ ان سے محروم سمجھے جائیں؟ اور بالخصوص فلسطینیوں کے لیے ہے۔ حقوق انسانی کا دوہرا معیار قائم کیا جائے؟ (یہ میری سمجھ میں نہیں آئی) ؎

اقوام متحدہ ۱۹۴۸ سے لے کر مسئلہ فلسطین کے ساتھ مہاجرین کی حیثیت سے معاملہ کرتا آیا ہے، اور اس تعلق سے اس نے اب تک متعدد قراردادیں پاس کی ہیں جن میں چند درج کی جاتی ہیں:-

(۱) جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر ۱۹۴ (III) یہ قرارداد دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے منظور کی، اس کے دائرہ میں تین امور تھے (i) مصالحتی کمیشن (ii) یروشلم میں بین الاقوامی طرز کی حکومت (iii) فلسطینی مہاجرین کی "اسرائیل" میں اپنے گھروں کو واپسی کا مسئلہ۔

(۲) قرارداد نمبر ۲۶۳۵B (XXIV) یہ جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۶۹ء کو منظور کی۔ جو تین نکات پر مشتمل ہے:-

(i) وطن واپسی (ii) نقصان کی تلافی (iii) فلسطینیوں کے آزادانہ حقوق کی توثیق۔ اس قرارداد میں فلسطینیوں کے ان تینوں حقوق کے لیے سلامتی کونسل کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ اور ان حقوق کی بحالی میں ناکامی پر اظہار افسوس اور ندامت کیا گیا ہے اور آخر میں سابقہ کئی قراردادوں کا پھر اعادہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "اسرائیلی حکومت بلا تاخیر مقبوضہ عرب علاقوں کے ان فلسطینی باشندوں کی فی الفور واپسی کے لیے مؤثر اقدامات کرے جو ۱۹۶۷ء کی جنگ کے سبب ہجرت پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور جنرل اسمبلی کی خواہش ہے کہ وہ اپنی قراردادوں پر عمل کے ذریعہ مہاجر اور آوارہ وطن فلسطینیوں کے زخموں کا مداوا کر سکے۔ ؀

حقوق انسانی سے متعلق بین الاقوامی کانفرنسوں کی قراردادیں موجود ہیں ان سب کی نفی اور خلاف ورزی اسرائیل پوری بے شرمی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ پون صدی سے کرتا آرہا ہے۔ مغربی طاقتیں امریکہ فرانس، یو این او کا ادارہ سب اپنے کو غیر جانب اور انصاف پسند کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ انصاف کا کون سا پیمانہ ہے کہ ذرا سے الزام پر کوڑے لگائے جائیں۔ ایران اور ساؤتھ کوریا کو دہشت

گردملک قرار دیا جائے، سوڈان اور افغانستان پر بلا جواز بمباری کردی جائے۔ لیکن عدل وانصاف کے یہ ٹھیکہ دار عرب علاقوں میں یہودیوں کی آبادی کاری کو غیر قانونی قرار دے کر انھیں فوراً ختم کیوں نہیں کرادیتے۔ باہر سے آئے یہودیوں کو ان کے گھر واپس کیوں نہیں بھیج دیتے، فلسطینیوں کو ان کے اصل حقیقی اور موروثی وطن لوٹنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے ہیں۔ لیکن وہ ایسا کیوں کریں؟ یہ مسئلہ دراصل برطانیہ یو این او اور صہیونی تحریک اور امریکہ کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔ وہ اسے برقرار رکھنا چاہتے ہیں اسی میں ان کا مفاد مضمر ہے اور طرح طرح کے انسانی قوانین بنا کر حقوق انسانی کی دہائی دے کر قرار دادیں پاس کر کے تیسری دنیا کے لوگوں کو بے وقوف بھی بناتے رہے ہیں۔ بقول شاعر [9]

وہی قاتل، وہی شاہد وہی منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

1987 میں لبنان کے چھاپہ ماروں پر وحشت ناک حملہ اور اسی سال تحریک انتفاضہ (مزاحمتی تحریکِ آزادی) نے ایک نئی روح پھونک کر آغاز کیا تحریک انتفاضہ مبارکہ میں مظاہرین کا ہتھیار "پتھر" ہے انتفاضہ کا آغاز بڑے بڑے اجتماعات مظاہروں اور عوامی ریلیوں سے ہوا اس میں بچے نوجوان بوڑھے اور عورتیں بھی حصہ لیتی ہیں انتفاضہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ سازشوں اور لاحاصل قرار دادوں سے لاتعلقی اور اعلان جرأت دکھانا ہے صرف 2001ء میں 615 شہیدوں سمیت 1100 سے زیادہ انتفاضہ مبارکہ میں شہید ہوئے ہیں جن میں تقریباً 300 بچے بھی شامل ہیں 1988 میں یاسر عرفات نے اسرائیل کے حق بقاء کو تسلیم کرتے ہوئے دہشت گردی سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ 1995ء میں یاسر عرفات کو غزہ اور جریکو میں نیم خود مختاری دی گئی۔ 1996ء میں لبنان کے جانبازوں پر دوبارہ حملہ ہوا 2000ء کو ایران کے لاکھوں لوگوں نے فلسطین کے حق میں ریلی نکال کر حمایت کا اعلان کیا اور اسلامی انقلاب ایران میں فلسطین انتفاضہ حمایت کانفرنس ہوئی۔ ایک طرف فلسطین کا لہو عربوں کی گردن پر ہے جواب مزید کوئی جنگ اسرائیل کے خلاف کرنے سے بالکل قاصر ہیں اور دوسری طرف اقوام متحدہ قرار داد پاس کرنے کے سوا اسرائیل کو کسی مجرمانہ ارتکاب سے روک نہیں سکتی کیونکہ دنیا کی بڑی طاقتیں اسرائیل کی سرپرستی کرتی ہیں اسرائیل نے دنیا پر اپنا مکمل کنٹرول حاصل

کرنے کے لیے اپنی پارلیمنٹ کی پیشانی پر یہ الفاظ آویزاں کیے ہیں کہ "اسرائیل تیری سلطنت نیل سے فرات تک ہے"۔ ۱۰

یہاں اصل مسئلہ محض قبلہ اول کی بازیابی کا نہیں ہے کیونکہ قبلہ اول محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک بیت المقدس یہودیوں کے قبضے میں ہے اور خود بیت المقدس بھی محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک فلسطین پر یہودی قابض ہیں بلکہ اصل مسئلہ فلسطین کو یہودیوں کے غاصبانہ تسلط سے آزاد کرانے کا ہے۔ مسئلے کا سو فیصد حل یہ ہے کہ اعلان بالفور سے قبل یہودی فلسطین میں آباد تھے صرف وہی فلسطین میں رہنے کا حق رکھتے ہیں باقی جتنے 1917ء کے بعد سے جو اب تک وہاں باہر سے آئے ہوئے ہیں ان غاصبوں کو نکل جانا چاہئے جو زبردستی اس ملک میں قومی وطن اور قومی ریاست بنانے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ۱۱

فلسطین ایک اسلامی مسئلہ ہے تاریخی، تہذیبی اور مذہبی بنیادوں پر اس سرزمین کے حقیقی اور جائز وارث اور حق دار مسلمان ہیں۔ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام تینوں سے یہ حقیقت صراحت کے ساتھ ثابت ہے جب کہ یہودیوں کا ایسا دعویٰ تاریخی سطح پر ناقابل تسلیم ہے۔ آثار و روایات کے باعث صدر اسلام ہی سے مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ اور فلسطین کے پورے علاقہ کو اپنی دینی، فکری، علمی، رواداری اور تہذیبی تاریخ کا غیر منفک جز تصور کیا ہے۔ 1956ء کے آس پاس علماء فلسطین نجد، ہند، ایران وغیرہ نے فتویٰ دیا تھا کہ اسرائیل کے ساتھ کوئی امن معاہدہ شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔ 1979ء میں اسلامی انقلاب نے ہر سال رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو "عالمی یوم مقدس" کے منانے کا اعلان کرتے ہوئے فلسطینیوں کے اندر ایک نیا جوش و خروش پیدا کیا۔ امام خمینیؒ کے بقول یوم قدس صرف یوم فلسطین نہیں ہے بلکہ یوم اسلام اور یوم حیات ہے۔ اسلامی انقلاب نے صہیونیوں کے لیے ناامیدی اور فلسطینی مجاہدین کے لیے "آج ایران کل فلسطین" کا نعرہ بلند کیا۔ اس نعرہ کے بدولت آج تک امریکہ اور اسرائیل کے ایوانوں میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ۱۲

البتہ صورت حال یہ کہتی ہے کہ نہ عرب قیادتیں، نہ امن مذاکرات اور نہ ہی امریکہ اور اقوام متحدہ اس مسئلہ کو حل کر سکتی ہے بلکہ جہاد اور مسلح قتال کیا جائے جیسا کہ فلسطین کی سطح پر چل رہا ہے اور

عالم اسلام عملی طور پر اس جہاد میں شامل ہو اس مسئلہ کا واحد حل ہے چنانچہ اسلام مسلمانوں پر اپنی غصب شدہ زمین کی بازیابی کے لیے جان و مال سے جہاد کرنے کو فرض قرار دیتا ہے۔ اسراء و معراج اور قبلہ اوّل ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان کا دین ان پر لازم کرتا ہے کہ وہ دشمن کا سماجی سیاسی، معاشی، ثقافتی اور سیاحتی، الغرض ہر طرح سے بائیکاٹ کریں۔ یہ سرزمین فلسطین جو 27000 مربع کلو میٹر پر مشتمل ہے جس کو کنعان کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا آج تینوں براعظموں کے مابین رابطہ اور پل کا کام دیتی ہے جس کے جنوب میں مصر کے ماتحت صحرائے سینا اور خلیج عقبہ اور شمال میں لبنان اور شام واقع ہیں مشرق میں اردن اور مغرب میں بہت متوسط واقع ہے یہ پڑوسی بھی بے کس اور مجبور ہیں 1948ء سے قبل فلسطین 6 صوبوں اور 16 ضلعوں پر مشتمل تھا آج مکمل طور پر غاصبوں کے قبضے میں ہے۔ ۱۳

ارض مقدس مختلف مذاہب و ادیان کے درمیان اختلاط کی جیتی جاگتی آواز ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی تاریخ و تمدن اور فرہنگ و ثقافت کا جوہر ہے اس کی صدا پر لبیک کرنا ہمارا فرض ہے عوام الناس کے تقاضے منصفانہ عدالت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مشرق وسطیٰ میں اسی وقت ایک مستحکم صلح قائم ہو سکتی ہے جب ملت اسلامیہ فلسطین کے تمام جائز حقوق بحال ہو جائیں جملہ آوارہ وطن فلسطینیوں کی حق ارادیت، قومی آزادی، خود مختار ریاست اور اپنے وطن کی واپسی۔ بلا تاخیر اسرائیل قبضے والے فلسطینی علاقوں سے نکل جائے بشمول بیت المقدس، اپنی تقدیر کو بنانے اور سنوارنے کا حق مقبوضہ علاقوں کی مکمل آزادی و بازیابی کا حق، مستقل آزاد و آباد وطن کی دولت سے مالا مال ہونے کا حق، پرامن زندگی بسر کرنے کا حق اور فلسطینی مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کو دوستانہ ماحول میں زندگی بسر کرنے کا حق، اس خطے میں مستحکم امن و امان کی بحالی کے لوازم ہیں۔ ۱۴

مظلوم و آوارہ وطن فلسطینی عوام نے حق خود ارادیت کو دوبارہ حاصل کرنے کا ٹھوس ارادہ کر لیا ہے۔ یہی ان کا بنیادی حق ہے جس کا وہ تقاضہ کر رہے ہیں فلسطینی عوام کبھی سمجھوتے، مذاکرات، نیم خود مختاری، صلح غرض جابرانہ روابط پر مشتمل مکارانہ ہتھکنڈوں سے مایوس ہو کر انتفاضہ کی سمت گامزن ہیں جو ان کا حق ہے (کوئی حتمی فیصلہ کرنے کے لیے فلسطین کے آئندہ لائحہ عمل کے سلسلے میں

اس سرزمین کے حقیقی مسلمان، یہودی اور عیسائی باشندوں کے درمیان استصواب عامہ کی تشکیل)
فلسطین کے بچے اور نوجوان طبی سہولیات، حق سالمیت، تعلیمی حقوق اور مستقبل سے متعلق خود فیصلہ کرنے کے اختیار اور دیگر تمام سیاسی، اقتصادی، اجتماعی، ثقافتی، شہری حقوق جن کا حقوق بشر کے قانونی دائرے میں اعتراف کیا گیا ہے بلکہ پوری کیا جائے۔ جو کہ زندگی گذارنے کے بنیادی حق سے بھی محروم ہیں جو کہ ایک فرد بشر کا دنیا میں پہلا حق ہے۔ بیت المقدس کو فلسطین کا صدر مقام بنانا اور فلسطینی عوام کی پسندیدہ حکومت کا قیام، موجودہ باشندوں کے سلسلے میں فلسطینی عوام کا آخری فیصلہ۔ یہ سب حقوق میں شامل ہیں۔ ۱۵

غزہ جریکو جو اسرائیل کے اثر و رسوخ پر چل رہا ہے ان کو مکمل حق خود ارادیت دی جائے مقبوضہ علاقوں میں 1967ء کی جارحیت کے سبب آوارہ ہوئے لوگوں کو شہری حقوق دینا۔ مقبوضہ علاقوں میں لوٹ کھسوٹ کو روکنا۔ آثار قدیمہ اور ثقافتی ورثہ کو لوٹ کھسوٹ سے روکنا۔ مقبوضہ علاقوں میں مساجد کی عبادت کرنے دینا، مستقل زیادتیوں کو بند کر کے انسانی حقوق اور فلاح و بہبود کے کام کو شروع کرنا تاکہ مزید انسانی حقوق کی پامالی نہ ہو۔ سرحدوں کی ناکہ بندی اور چلنے پھرنے پر لگی پابندیوں کو ختم کرنا، اقوام متحدہ کو تباہی اور لاپرواہی ختم کر کے لوگوں کے اہم دستاویزات اور ان کی زبانی اطلاعات پر غور کرنا، لوگوں کے حرکات و سکنات اشیاء خوردنی کی چیزیں بحال کرنا، زمین کو ناجائز طریقے سے ضبط کر کے ناجائز طریقے سے تعمیر کرنا، اسرائیل کی تعمیرات کی توسیع بند کرنا، اسرائیلی وحدت کی توسیع پر روک لگانا، بلکہ فلسطینی گھروں کی از سر نو تعمیر و توسیع کرنا، اور فلسطینی انتظامیہ اور عام بے گناہ قیدیوں کو رہا کرنا، ماحول استوار کرنا، مقبوضہ علاقوں میں وہ کام کرنے والے جو ملازمت پر انحصار کرتے ہیں ان کے لیے اسرائیل کے وسائل میں تخفیف کرنا۔ سیریا کے لوگوں کو اپنی شناخت بنانے کا حق، اسرائیلیوں کے ذریعہ سیریا غیلان کے آثار قدیمہ کے چوری ہوئے سامان کی واپسی 1967ء میں 244 گاؤں تباہ کر دیئے گئے ان کی آبادکاری کی جائے اور ایسے مجرموں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ یہ سب آوارہ وطن لوگوں کے حقوق میں۔ ۱۶

ٹینک اور آتش گیر مادہ کے ذریعہ فطرت کو بگاڑنا بند کرے۔ ہزاروں سال سے صحیح تبرکات

اور آثار قدیمہ کو پہنچائے گئے نقصان کی بحالی۔ مقبوضہ علاقوں میں سرنگیں بچھانا جس کے سبب مویشی اور دوسرے جانور ہلاک ہو جاتے ہیں اور کاشت کاری کی زمین کاشت کے لائق نہیں رہتی۔ ایسی کارروائیوں پر پابندی اور زراعت کی زمین کی واپسی، کیونکہ اسی پر فلسطینیوں کا انحصار ہے، ہسپتالوں میں غیر معمولی دوائیوں کی عدم دستیابی کو ممکن بنانا۔ اسرائیلی فیکٹریاں زہر بیار کر کے سیریا، ویسٹ بنک اور دوسرے قبضے والے علاقوں میں لوگوں کو کھلا کر مار دیتی ہے ایسی کارروائیوں پر پابندی لگائی جانے کی جدو جہد کرنے دینا۔ روزانہ کے اخبار و جرائد پڑھنے کی آزادی فراہم کرنا۔ بری او بحری مناظر کو تباہی سے بچا کر ماحول کو گندہ کرنے سے روکنا۔ ۱۷

بطور خاص تقریباً 210 آثار قدیمہ کے مقامات سے سامان کی ضبطی کی واپسی۔ فلسطینیوں کے حالات پوری دنیا کو باخبر رکھنے کے لیے میڈیا کو آزاد رکھنا۔ بے شمار دیہات دواؤں کے عدم دستیابی سے پریشانی میں مبتلا ہیں کوئی ہسپتال نہیں ہے کوئی لائق ڈاکٹر نہیں، کوئی سرجن نہیں، طبی امداد کا کوئی سینٹر نہیں، بگڑی صحت کے سبب بے شمار مشکلات کا سامنا کر کے نہ جانے کتنے لوگ مر جاتے ہیں۔ لہذا ان سب چیزوں کی بحالی، غیلان میں کوئی ہسپتال یا لیبارٹری نہیں، کوئی مرکز بہبود بچگان نہیں۔ کوئی ایکسرے سینٹر نہیں، ایمرجنسی کا کوئی سینٹر نہیں، کم توجہ اور غفلت میں یہاں کے اکثر لوگ صحت کی خرابی میں مبتلا رہتے ہیں لہذا ان سب چیزوں کو بحال کیا جائے۔ غیلان اور دوسری جگہوں پر بے شمار لوگ تعلیم کے شوقین ہیں لیکن ان کو تعلیم سے محروم رکھا گیا ہے فارم 50 ڈالر کا ہے اگر کوئی فارم بھرنا برداشت کر بھی لے گا تو اس کو اپنے گھر سے نکلنے کے لیے کئی سرنگوں کے اوپر سے گذرنا پڑتا ہے علاوہ ازیں کلاس فیس سالانہ ٹیوشن فیس وغیرہ یعنی 10 ہزار ڈالر کی ضرورت ایک طالب علم کو ہے فلسطینی آوارہ نوجوان جس کے پاس کھانے پینے کے لیے پیسے نہیں وہ اتنے پیسے کہاں سے لائے گا یہ ظلم و تشدد بند کر کے ان کو مرضی کے مطابق مفت تعلیم دی جائے اور مناسب تعلیمی مراکز قائم کیے جائیں۔ ۱۸

فن علاج دندان، دواسازی، وکالت یا قانون کی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے ہیں یہ تفرقہ ختم کیا جائے۔ 1967ء سے اسرائیلی تعلیمی نصاب اپنا کام کرتا ہے جس کا واحد مقصد جابرانہ اسرائیلی پالیسی کی

تعلیم دلا کر عرب اور فلسطینی تاریخ وادب کو ان کے ذہن سے نکالنا ہے۔ فلسطینیوں کو اپنی اصلی عربی زبان میں ہر علوم وفنون کی تعلیم کا حق حاصل ہے اسرائیل ہبرون (الخلیل) کی زبان کو مسخ کر رہا ہے لہذا ان کو اپنی زبان کی شناخت بنانے کا حق ہے اسرائیل اپنی تعلیمی نصاب کے ذریعہ عرب قومیت کی شناخت کو مٹا رہا ہے اور اگر کوئی تعلیم یافتہ شخص استاد بننے کے لائق بھی ہے تب بھی اس کو استاد بننے نہیں دیا جاتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ سست اور کمزور ذہن پیدا کرنا مقصود ہے جس سے ان کے دل میں جمی ہوئی قومیت کی شناخت ختم ہو جائے لہذا فلسطینیوں کو اپنی اسلامی تعلیم نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ ۱۹

غیر قانونی آبادکاری بند کر کے اقوام متحدہ کی طرف سے فلسطینیوں کو مکمل تحفظ فراہم کرنا، اقوام متحدہ کا اسرائیل کی غیر قانونی کارروائیوں کے خلاف کارروائی کرنا اور فلسطینی اتھارٹی کے ساتھ مضحکہ خیز سلوک بند کرنا، اسرائیل کو اقوام متحدہ کا بین الاقوامی امداد دینا بند کرنا اور فلسطین کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا۔ اقوام متحدہ ویٹو کے ذریعہ فلسطینیوں کو مساوی حقوق کو بحال کرنا۔ لڑائی کے وقت شہری حقوق کا لحاظ کرنا۔ قدرتی وسائل کا تحفظ کرنا۔ فلسطین کی تاریخ کو بگاڑنے پر اقوام متحدہ کا اسرائیل کے خلاف کارروائی کرنے دینا۔ اسرائیل کا عام شہری فلسطینیوں کے خلاف حد سے زیادہ فوجی طاقت کو روکنا۔ فلسطینیوں کو سیاحت اور سفر کرنے کا حق۔ فلسطینیوں کو اقوام متحدہ کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کا حق ہے۔ الغرض اسرائیل یعنی یہودیوں یا راندہ لوگوں کا فلسطین سے انخلاء۔ ۲۰

3.7 ملین فلسطین مہاجرین UNRWA کے یہاں رجسٹری کر چکے ہیں جو مہاجر کیمپوں میں رہتے ہیں آوارہ وطن کہلاتے ہیں وہ اپنی امیدیں اور خواہشات پوری نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں اس وقت ان کا انحصار اقوام متحدہ کے ادارہ اعانۃ المہاجرین یا فلسطین سے باہر ممالک کے صدقہ وزکوۃ پر ہوتا ہے لہذا ان کو اپنی امیدیں خواہشات اور اپنے گھروں کو واپسی کا حق ہے۔ ان کے اجڑے ہوئے گھروں کا معاوضہ ان کو ملنے کا حق ہے۔ شہروں، دیہاتوں کی جغرافیائی اور قانونی مرتبہ بحال رکھنے کا حق ہے لبنان جولان اور دوسرے عارضی جگہوں پر مقیم فلسطینیوں کو مستقل فلسطین میں رہنے کا حق ہے۔ ۲۱

امریکہ اسرائیل کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور اسرائیل امریکہ کا مغز ہے اور فلسطینی امریکہ کو اپنا ایک نمبر دشمن تصور کرتے ہیں کیونکہ امریکہ اسرائیل کی پشت پناہی کر کے سالانہ چار ملین ڈالر امداد فراہم کرتا ہے جس کے سبب اسرائیل کے پاس دو سو نیو کلیائی بم اور لا تعداد دوسرے تباہ کن ہتھیار موجود ہیں۔اس لیے فلسطینیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انھیں دوسروں پر بھروسہ کرنے کے بجائے مسئلہ خود حل کرنا ہے۔ اس لیے گزشتہ پندرہ ماہ سے وہ اس سمت میں ایک نے جوش و جذبہ کے ساتھ جدو جہد کر رہے ہیں جوان کا حق ہے۔ ۲۲

اب تک چار ملین 90 نوے ہزار فلسطینی جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں دو ملین شرق قدس اور مغربی کنارہ میں رہ رہے ہیں ایک ملین سے زیادہ غزہ میں اور اسی طرح اردن، سیریا اور کئی ہزار لبنان میں آوارہ وطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں لہذا ایسے میں پانچ ملین لوگ بلا تاخیر اسے اپنے گھر اور وطن واپسی کا حق رکھتے ہیں۔ ہبرون میں 30,000 فلسطینی کرفیو کی وجہ سے اپنے گھروں میں گرفتار رہتے ہیں اور 30,000 یہودی اس کرفیوں سے مستثنیٰ ہیں۔لہذا ایسے میں ہبرون کے ان قیدیوں کو اپنے خواہشات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق ہے۔ الغرض نسلی امتیاز و تفرقہ کا خاتمہ کرنے کا فلسطینی حق رکھتے ہیں۔ فلسطینیوں کے بقول اسرائیل مقبوضہ علاقوں کے یہودیوں کو مسلح کرنا بند کردے۔ انتقاضہ کی لگاتار مہم اور فلسطینی عوام کی منصفانہ جدو جہد ان کا حق ہے کیونکہ انتقاضہ تحریک بعض وجوہات کی بنا پر اسلامی انقلاب سے ملتی ہے۔ ۲۳

فلسطینیوں کو 1922ء کے ڈرامہ کے بجائے مذہبی، قانونی، شہری اور سیاسی حقوق رکھنے کا حق حاصل ہے اخلاقی اور قانونی حقوق اس وقت تک رو بہ عمل نہیں آتے جب تک سیاسی حق قائم نہیں ہو جاتا اور یہ سیاسی حق بغیر قوت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہذا امریکہ اسرائیل کی پشت پناہی بلا تاخیر بند کرے یہی پشت پناہی فلسطینیوں کے حقوق کی پامالیوں کا تادم سب سے بڑا چیلنج اور عنصر ہے۔ اس شیطان امریکہ کے خلاف فلسطینی کسی بھی طرح کی کوئی بھی کارروائی کا بھرپور حق رکھتے ہیں۔ ۲۴

اسلام ایک نوجوان آفاقی مذہب ہونے کے ناطے ۱۴۲۲ سال کا ہے اور شیطان یہودی اور عیسائی سال خوردہ ہو چکے ہیں لہذا تسلط و سرکوبی کے خلاف جائز جدو جہد کی حیثیت سے انتقاضہ فلسطین

کی بھرپور حمایت کی کوشش کر کے حملہ اسلامی ملکوں کی طرف سے اسرائیل کی مکمل تحریم، جنگی جرائم کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کے لیے مقبوضہ فلسطین میں اقوام متحدہ کی طرف سے ایک عدالت کی تشکیل نو کی ضرورت، مقبوضہ فلسطین میں رونما ہونے والے انسانیت سوز واقعات کے تجزیہ کے لیے ایک غیر جانبدار تحقیقاتی کمیشن کی تشکیل کے لیے مسلمان ملکوں کی مشترکہ سفارتی جدوجہد، تاکہ سر زمین فلسطین پر فلسطینی عوام کی حکومت کی تعمیل کی زمین ہموار ہونے کے لیے بیت المقدس کو دارالحکومت قرار دیتے ہوئے ایک فلسطینی حکومت کی تاسیس کی حمایت، موجودہ دور کے فوری عوامل ہیں۔ ۲۵ے

البتہ بیت المقدس کی آزادی اور مظلوم و آوارہ وطن فلسطینی عوام کے حقوق کی بحالی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ تمسک بالقرآن والسنہ کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اور سامراجی تفرقہ ور نسلی نفاق سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے ایک متحدہ اسلامی محاذ کی تشکیل نو کی ضرورت ہے۔ امام خمینیؒ کے ارشادات اور پیغامات کی روشنی میں ایران کی سرپرستی میں ٹھوس اور موثر قدم اٹھائے جائیں تاکہ اسلامی سرزمین اور قبلہ اول کی آزادی حاصل کر کے لاشرقیه ولاغربیه اسلامیه ایرانیه جیسے بنیادی اسلامی نعرے کی مدد سے ملک میں اسلامی جمہوری حکومت کی تشکیل عمل میں لائی جائے۔ ۲۶ے

اسلامی ممالک کے سربراہان بالخصوص عرب حکومتیں باہمی اتحاد اور وحدت کلمہ کے پابند رہ کر خداوند متعال کی نصرت سے خارجی حملہ آوروں کی نابودی اور اسلامی حکومتوں کی حقیقی آزادی کے خواستگار بن جائیں۔ گویا دنیائے اسلام کی معنوی حمایت درکار ہے سرزمین فلسطین میں فلسطینی عوام کی جدوجہد کو جاری رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور انھیں جن چیزوں کی ضرورت ہو اسے فراہم کرنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرنی چاہئے تاکہ وہ مکمل آزادی حاصل کر سکیں فلسطین کو روزانہ دس ملین ڈالر کا خسارہ ہوتا ہے ایک ملین ۲۵ ہزار فلسطینی اپنے پیشوں سے محروم ہیں ان پریشانیوں کو فوری حل کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ عربوں نے ۱۵ ٹریلین ڈالر اب تک فلسطین پر خرچ کیے ہیں لیکن وہ عملی طور پر جہاد میں شریک نہیں ہو رہے ہیں کیونکہ اب ان کی ریڑھ کی ہڈی امریکہ بن چکا ہے لہذا عرب اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی پوری کریں دشمنوں کے ساتھ ہمارے لین دین کے تعلقات،

ان کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ اور ان کے دیار سفر کرنا، اقتصادی، اور مادی فوائد پہنچانا الغرض اسرائیل امریکہ اور دوسرے اسلام دشمن عناصر کے مصنوعات کے استعمال کا مکمل بائیکاٹ کریں قصہ کوتاہ ہر طرح کا ان کو تعاون کرنا ہمارے اوپر حرام ہے امت مسلمہ کو اقصیٰ کے تحفظ کے لیے سوچنا چاہئے تاکہ قدس کا معاملہ ہمیشہ ہمیشہ دلوں میں جاگزیں رہے اور بھولنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو۔ ۲۷

(اے اللہ ہمیں بیت المقدس کی آزادی کے خاطر صحیح جد و جھد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین)

حوالے :

۱۔ فلسطین ماضی، حال اور مستقبل ص 1-7

۲۔ فلسطین ماضی، حال اور مستقبل ص 24-49-59

النورہ ص 1

البعث ص 8

۳۔ فلسطین ماضی، حال اور مستقبل ص 45-46

Palestine Documents-

۴۔ فلسطین ماضی، حال اور مستقبل ص 48-70

Resolution A/56/491, 22 Oct. 2001 ص 45-46-47

۵۔ فلسطین ماضی، حال اور مستقبل ص 160-161

فلسطین تاریخ، پس منظر، صورت حال (سہ روزہ دعوت) ص 91-92-93

۶۔ فلسطین ماضی، حال اور مستقبل ص 165-166

۷۔ فلسطین ماضی، حال اور مستقبل ص 170-171-172

معارف دارالمصنفین جولائی اگست ص 81-82-83

۸۔ فلسطین تاریخی پس منظر، صورت حال سہ روزہ دعوت ص 37-38-39

Resolution A/56/1491, 22 Oct. 2001 ص 12-13-14-15

۹۔ معارف دارالمصنفین جولائی اگست ص 81-82-83

۱۰۔ فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 84-85-86-110

راہ اسلام شمارہ:۱۸۱۔ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 52-53

۱۱۔ فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 61-62

۱۲۔ راہ اسلام شمارہ۔۱۸۱/ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 11-12

جمعۃ الوداع یوم قدس ص 18

۱۳۔ Palestine Documents ص 1-2

فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 120-121

۱۴۔ راہ اسلام شمارہ۔۱۸۱/ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 46-47

۱۵۔ بیت المقدس تاریخ کے آئینے میں ص 21-22-23

راہ اسلام شمارہ۔۱۸۱ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 50-51-52

فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 145-146

Havana 12 June 2001

۱۶۔ راہ اسلام شمارہ ۱۸۱۔ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 104-105-106

rasalution- A/Ac 183/E2/ Add. 22-23 April 2001

فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 88-89

۱۷۔ Bulletin 5 - September-Obtober 1991 ص 8-9-10

۱۸۔ Bulletin 6- November 1999 ص 11-12-13

فلسطین تاریخی۔ پس منظر۔ صورت حال 72-73

۱۹۔ Rasolution A/56/491, 22 October 2001 ص 48-49-50-51

۲۰۔ راہ اسلام شمارہ۔۱۸۱ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 70-71-72

Madrid July 2001 ص 4-5

۲۱۔ Rasolution A/56/491- 22 October 2001 ص 28-29-30-31

۲۲۔ فلسطین تاریخی پس منظر صورت حال ص 142-144

۲۳۔ التورہ ص1

البعث ص8

راہِ اسلام خصوصی شمارہ۔ جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۱ء ص 106-107

۲۴۔ راہِ اسلام خصوصی شمارہ ۔ جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۱ء ص 106-107

Bulletin Human Rights 109 ص 10-11

۲۵۔ فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 163-164

راہ اسلام شمارہ:۱۸۱ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 107-108

۲۶۔ فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 172-108

۲۷۔ فلسطین تاریخی، پس منظر، صورت حال ص 122-123-124

راہِ اسلام۔ شمارہ ۱۸۱۔ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء ص 50-51